لطیفہ: مفتی احمد یار خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: وہابی، دیو بندی جس طرح کہ زندہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسی طرح مردوں کے بھی دشمن ہیں کہ نفع پہنچانے سے روکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ [جاء الحق]

مفتی صاحب! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ فرمائیں کہ وہابی، دیو بندی تو خیر بقولِ شما دشمن ہوئے، مگر آپ لوگوں نے اپنے پیٹ کو ایسا سر پر اٹھالیا ہے کہ زندہ لوگوں کو بھی خیر خواہ بن کر لوٹ کر کھا گئے اور مردہ لوگوں کو بھی خیر سے نہ چھوڑا...... کبھی تیجے اور ساتویں کی صورت میں اور کبھی چالیسویں اور برسی کے نام پر غریبوں کے خون پسینے کی کمائی چوس لی۔ بعد از مرگ بھی پیچھا نہیں چھوڑتے: ﴿ یٰأیھا الذین اٰمنوآ إن کثیرا من الأحبار والرھبان لیأکلون أموال الناس بالبٰطل ویصدون عن سبیل اللہ ﴾ [التوبۃ ٣٤] ''اے ایمان والو! بیشک بہت سارے ملا اور پیر باطل طریقے پر لوگوں کے مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کے مقررہ کردہ راستے (قرآن وحدیث) سے روکتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے خیر خواہ بن کر لوٹ مچانے والے ملاؤں اور میروں پیروں کے ہتھے چڑھنے سے ایمان داروں کو خبردار کیا ہے، جو اپنی شکم پروری کے لیے بدعات کو فروغ دے کر خوب کمائی کرتے ہیں اور اسی مقصد کی خاطر صرف قرآن وحدیث سے ثابت شدہ احکام پر قناعت کرنے سے روکتے ہیں۔

وہ سیدھا سادھا دین جو محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے ذریعے امت اسلامیہ تک پہنچا تھا، اس پر شکم پرست پیروں، فقیروں اور مفتی صاحب کی جماعت نے زراندوزی کی بدعتوں کے سینکڑوں غلاف چڑھادیے ہیں۔ صحیح دین اور مسلکِ حنفیہ اصلی شکل میں صرف اکابرین علمائے دیو بند پیش کرتے ہیں، اس سے یہ مفتی صاحب روکتے ہیں۔ فوا اسفا !☆

☆ علمائے دیو بند کے لیے زیبا یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے عقائد بھی اپنائیں جو تقریباً 99% اہل سنت والجماعت ہی کے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے ایمان وعقائد کی بھرپور ترجمانی امام طحاوی حنفیؒ نے (العقیدۃ الطحاویۃ) میں کی ہے اور اس کتاب کی جامع وعمدہ ترین تشریح (شرح العقیدۃ الطحاویۃ) امام ابن ابی العز حنفیؒ نے تحریر کی ہے۔ (ابو محمد)

اصول تفسیر قسط: ۲ (آخری)

قرآن فہمی کے اصول

مولانا عبدالستار حماد

۳۔ اقوالِ صحابہ ﷺ سے قرآن کی تفسیر:

اگر کوئی مشکل خود قرآن اور حدیث سے حل نہ ہو رہی ہو تو اقوالِ صحابہ ﷺ کی طرف رجوع لازم ہے؛ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن احوال وظروف میں قرآن نازل ہو رہا تھا' ان کی نظروں کے سامنے تھے، وہ آیات کے پس منظر سے بھی آگاہ تھے۔ پھر ان کے اذہان وقلوب بھی صاف ستھرے اور گرد و پیش کی آلائشوں سے پاک تھے۔ نیز صحابہ کرام ﷺ قدیم عربی ادب اور لغت کے اسرار سے بخوبی واقف تھے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''جب ہمیں کسی آیت کی تفسیر قرآن وحدیث میں نہ ملے تو ہم اقوالِ صحابہ ﷺ کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ وہ قرآن کو زیادہ سمجھتے تھے، علاوہ ازیں وہ نزول وحی کے وقت موجود تھے اور ان حالات سے بھی آگاہ تھے جن میں قرآن نازل ہوا تھا۔ وہ مکمل فہم وفراست، صحیح علم اور نیک اعمال کی خوبیوں سے متصف تھے۔'' [مجموع الفتاویٰ ۳/ ۳٦۱] حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: ''صحابہ کرام ﷺ اس وقت کے قرائن واحوال سے آگاہ ہونے کی بنا پر ہم سے زیادہ قرآن سمجھتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم، علم صحیح اور عمل صالح سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔'' [مقدمہ تفسیر]

اس بنا پر مفسرین نے قرآن وسنت کے بعد اقوال صحابہ کی طرف رجوع کو لازم قرار دیا ہے؛ خصوصاً خلفاء اربعہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ کے اقوال سے بے اعتنائی ناممکن ہے۔ اب ہم مثالوں کے ذریعے ان کے منہج تفسیر کی وضاحت کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے تفسیر قرآن کے متعلق کئی ایک مصادر پیش نظر رکھے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

{ا} **القرآن الکریم:** صحابہ کرامؓ نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں قرآن کریم سے خوب استفادہ کیا۔

امام مجاہد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ سے سورہ صٓ میں سجدے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کی اقتدا کا حکم دیا ہے۔ ﴿ أولٓئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده ﴾ [الانعام: ۹۰] چونکہ سورۃ صٓ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ کا ذکر ہے، اس لیے ہمیں بھی اس میں سجدہ کرنا چاہیے۔ آپ خود بھی اس میں سجدہ کرتے تھے۔

[بخاری التفسیر ح:٤٨٠٦]

حضرت عمر فاروقؓ نے ﴿وإذا النفوس زوجت﴾[التکویر٧] کی تفسیر میں فرمایا: (برابر درجے کے) اہل جنت اور اہل جہنم کی گروہ بندی کر دی جائے گی۔ پھر دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت کی: ﴿احشروا الذین ظلموا وازواجھم﴾ ''ان ظالموں اور ان کے ہم جنس افراد کو اکٹھے کرو۔'' [الصافات: ٢٢] یعنی ظلم پیشہ لوگوں کی جتنی بھی اقسام ہیں، ان سب کو درجہ بدرجہ گھیر کر لے آؤ۔ [بخاری: التفسیرباب ٨١]

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ﴿السقف المحفوظ﴾ کا معنی آسمان کیا، پھر تائید کے لیے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وجعلنا السمآء سقفا محفوظا وھم عن اٰیاتھامعرضون۝﴾[الانبیاء: ٣٢] ''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا جبکہ وہ اس کی نشانیوں سے بے توجہی کرتے ہیں۔'' [تفسیر ابن جریر ١٨/ ٢٠]

{٢} الحدیث النبوی: اس کی دوصورتیں ہیں:

(الف) قولی حدیث سے کسی آیت کی تفسیر کرنا: حدیث قدسی ہے ''**أعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا أذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر** '' قال أبو ھریرۃ: اقرؤا إن شئتم ﴿فلا تعلم نفس ما أخفی لھم من قرۃ أعین﴾[السجدۃ: ١٧ ، بخاری التفسیر :٤٧٧٩]

(ب) فعلی سنت: ''کان النبی ﷺ یصلی علی راحلتہ تطوعا حیثما توجھت بہ وھو جاءٍ من مکۃ إلی المدینۃ '' ثم قرأ ابن عمر ھذہ الآیۃ ﴿ولله المشرق والمغرب﴾[البقرۃ: ١١٥] قال ابن عمرؓ فی ھذا نزلت ھذہ الآیۃ۔[ترمذی التفسیر : ٢٩٥٨]

{٣} اللغۃ العربیۃ : ﴿کأسا دھاقا﴾ ''لبریز پیالے'' حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں میرے والد کہا کرتے تھے: '' اسقنا کأسا دھاقا'' شراب سے لبریز جام ہمیں پلاؤ۔[تفسیر طبری ١٢/ ٥٦١] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ﴿ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق﴾[الاعراف: ٨٩] کا معنی نہیں آتا تھا، حتی کہ میں نے ذی یزن کی بیٹی سے سنا وہ کہہ رہی تھی: '' تعال أفاتحک'' تعنی أقاضیک فیصلہ کرنے کا معنی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شعر اہل عرب کا دیوان ہے، جب ہمیں کوئی لفظ اجنبی محسوس ہوتا ہے تو ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔[مقدمہ تفسیر القرآن العظیم]

{٤} فھم واجتھاد: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے ﴿إذا جآء نصر الله

والفتح ﴾ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس سے مراد شہروں اور قلعوں کو فتح کرنا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے مخاطب ہوکر فرمایا: آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: ''أجل محمد ﷺ ونعیت له نفسه '' یہ محمد ﷺ کے قرب وفات کی اطلاع ہے جو آپ کو دی گئی۔[بخاری التفسیر ٤٩٦٨]

{٥} **دوسرے صحابہ سے استفادہ کرنا:** حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ ﴿وإن تظاهرا علیه ﴾ سے کون کون مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں۔[بخاری التفسیر: ٤٩١٤]

اس کے علاوہ تخصیص عام، تقیید مطلق، ایضاح مبہم، بیان نسخ، بیان اسباب نزول کی مثالیں بھی کتب تفسیر میں موجود ہیں۔

۴۔ اقوالِ تابعینؒ سے قرآن کی تفسیر:

اگر کسی آیت کی تفسیر میں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہؓ سے کچھ بھی منقول نہ ہو تو اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ:

(۱) انہوں نے بیشتر تفسیری مواد صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا ہے۔ (۲) ان کا تعلق افضل زمانوں سے ہے۔

(۳) بعد میں آنے والوں کے مقابلے میں یہ لوگ لغت عرب کے زیادہ ماہر تھے اور اس کے اسرار ورموز جانتے تھے۔ اس اعتبار سے ان کی تفسیر کو کچھ امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے مصادر حسب ذیل ہیں:

{۱} **قرآن کریم:** ابن زید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ﴿قد أنزل الله إلیکم ذکرا ﴾[الطلاق: ۷] سے قرآن کریم مراد ہے، کیونکہ آیت: ﴿ إن الذین کفروا بالذکر لما جآءهم...... ﴾ سے مراد بھی قرآن پاک ہے۔

{۲} **حدیث نبوی:** حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ﴿ ورفعناه مکانا علیا ﴾[مریم: ٥٧] سے مراد حضرت ادریس کا چوتھے آسمان میں ہونا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کے موقع پر میں نے حضرت ادریس کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔

{۳} **اقوال صحابہ:** حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں ﴿ فکان قاب قوسین أو أدنیٰ ﴾ سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کا حوالہ دیا کہ اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، جس کے چھ سو پَر تھے۔'' ﴿ إنا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ﴾ کی تفسیر امام مجاہد نے ''نکتب'' سے کی ہے۔ اسی طرح ﴿إذ تفیضون فیه ﴾ سے مراد ''تقولون'' لیا ہے۔ ''جب تم اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کررہے ہوں۔''

{۴} **لغت عربی:** اگر کسی آیت کے مفہوم پر کتاب وسنت اور اقوال صحابہ سے بھی پوری روشنی نہ پڑتی ہو تو لغت عرب

اوران کے محاورات کی طرف رجوع ہوگا۔ کیونکہ قرآن فہمی کے سلسلے میں خود صحابہ کرامؓ بھی اس سے استفادہ کرتے تھے۔

ہمارے ہاں بعض ایسے لوگ بھی مفسر قرآن بن جاتے ہیں جو عربی زبان سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

(أ) خلیفہ نورالدین کی تفسیر میں ﴿فقلنا اضرب بعصاک الحجر﴾ کا معنی لکھا ہے ''اے موسیٰ تم اپنی قوم کو پہاڑ پر لے جاؤ۔'' اوراس کی تفسیر میں کہتا ہے: ضرب کے معنی مارنے کے آتے ہیں، قرآن میں ﴿إذا ضربوا في الأرض﴾ اور عصا کے معنی جماعت کے ہیں۔ حدیث میں ہے: ''شق عصا المسلمین'' ضرب کا معنی سفر کرنا اور عصا کا جماعت ہے تو آیت کا معنی ہے کہ ''اس جماعت کو پہاڑ پر لے جاؤ۔'' حالانکہ عربی زبان میں ضرب کا معنی سفر اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بعد (فی) ہو۔

(ب) غلام احمد پرویز نے ﴿فلولا أنه كان من المسبحين﴾ کا معنی کیا ہے: ''اگر وہ تیراک نہ ہوتا تو قیامت کے دن تک وہیں رہتا۔'' حالانکہ (سَبَحَ) کا معنی تیرنا ہے، لیکن یہ فعل (سَبَّحَ) ہے، جس کا معنی پاکیزگی بیان کرنا ہے۔

بعض اہل بدعت اور مفاد پرست عربی زبان جاننے کے باوجود آیات کا غلط مفہوم بیان کرتے ہیں۔ مثلاً بیان بن سمعان نے ﴿هذا بيان للناس﴾ [آل عمران ۱۳۸] پڑھ کر کہا کہ میرا نام قرآن میں ہے۔ اس خبیث نے ابن سبا کی تقلید میں حضرت علیؓ کی الوہیت کا اعلان کیا تھا۔ ابومنصور کا نام کسف تھا اس نے ﴿وإن يروا كسفا من السمآء﴾ [الطور ٤٤] سے استدلال کیا کہ اس کی تقلید کی جائے۔ ایک بدعتی اپنے مریدوں نصر اللہ اور فتح کی فضیلت کے لیے ﴿إذا جآء نصر الله و الفتح﴾ سے استدلال کرتا تھا۔

واضح رہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت عربی زبان کے اس معنی کو پیش نظر رکھا جائے گا جو مشہور اور عام مستعمل ہو، (ٹھوس قرینے کے بغیر) شاذ اور قلیل الاستعمال معنی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ مثلاً

۱۔ ﴿لا يذوقون فيها بردا ولا شرابا﴾ [النبأ: ۲٤] اس مقام پر بعض مفسرین نے (برد) کا معنی نیند کیا ہے۔ یہ معنی قلیل الاستعمال ہے، پس اس مقام پر وہی معنی مراد ہوگا جو عام مستعمل ہے یعنی: سردی۔

۲۔ ﴿تحمله الملائكة﴾ سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ فرشتے ان چوپایوں کو ہانک کر لائیں گے۔ (مثلاً بیل گاڑی) جس پر تابوت لدا ہوگا۔ یہ معنی متبادر نہیں ہے، بلکہ اصل یہ ہے کہ خود فرشتے تابوت کو اٹھا لائیں گے۔

عربوں کے تمدن سے واقفیت: ﴿ليس البر بأن تأتوا البيوت من ظهورها﴾ ان کا رواج تھا کہ جب